## PERSIAN NOTES FOR 1st YEAR CLASS (PUNJAB)

# فارسی شعرائ

## ا۔نظامی گنجوی

حکیم جمال الدین ابومحمد الیاس نظامی ۵۳۴ ہجری میں گنجہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔شہر گنجہ کی نسبت سے گنجوی کہلائے۔بچپن میں ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ادھر باپ نوت ہوا۔ادھر ماں نے بھی داغ مفارقت دیا۔آپ کے ماموں نے آپ کی تعلیم وتربیت کا کام اپنے ذمے لیا۔افراد خانہ کوشعر وادب کا ذوق تھا۔آپ کے بھائی مطرزی قوامی ایک صاحب طرز شاعر تھے۔آپ کو بھی شعروشاعری سے فطری لگاؤ تھا۔اس لیے تعلیم سے فراغت پا کر شعروشاعری شروع کی۔

آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ گنجہ ہی میں گزارا۔آپ بہت عالم وفاضل آدمی تھے۔ہم عصر بادشاہ اورامراء،ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔مگر وہ عمر بھر شاہی درباروں سے گریز کرتے رہے۔کیونکہ آپ آزادفطرت کے مالک تھے۔طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ حصول دولت کے لیے کسی کا قصیدہ کہیں جو کچھ کہتے تھے اپنی خواہش پر کہتے تھے۔البتہ یہ ضرور ہے کہ انہوں نے اپنی مثنویاں بعض حکمرانوں کے نام منسوب کیں۔آپ زاھد اور عابد شخص تھے لیکن زہد وتقوی کا کبھی دعوی نہیں کیا۔شعر وسخن میں انہیں یکتائی کا درجہ حاصل تھا مگر کبھی اس کی نمود ونمائش نہ کی۔انہوں نے اپنی آزادی اورراست گوئی کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔عمر کے آخری حصہ میں گوشہ نشین ہوگئے۔

نظامی گنجوی کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی فضیلت صرف شعروشاعری تک ہی محدود نہ تھی بلکہ انہیں جوانی میں تاریخ وادب اور علم ہیئت سے گہری رغبت تھی اورانہوں نے بہت محنت سے یہ علوم حاصل کئے تھے۔آپ کی غیر فانی شہرت کی وجہ آپ کی پانچ مثنویاں ہیں جو ''خمس نظامی'' یا ''پنج گنج'' کے نام سے معروف ہیں۔انہی مثنویوں کی بدولت انہیں فارسی ادب کا سب سی بڑا داستان سرا کہا جاتا ہے۔ان کی مثنویوں کے نام یہ ہیں: مخزن الاسرار' خسرو شیریں' لیلی و مجنون' بہرام نامہ یا ھفت پیکر یا ھفت گنبد اور سکندر نامہ جس کے دو حصہ ہیں: شرف نامہ اور اقبال نامہ۔نظامی گنجوی کی مثنویاں توحید،نعت اور حکمت کے بیان سے شروع ہوتی ہیں۔توحید اور نعت لکھتے ہوئے شعر اور فلسفہ میں کچھ اس طرح امتزاج پیدا کرتے ہیں کہ مضمون بلند اور باعظمت ہوجاتا ہے۔

امیر خسرو' خواجو کرمانی' مولانا جامی' فیضی اور عرفی جیسے نامور شعراء نے خمسہ نظامی کی تقلید میں مختلف مثنویاں لکھی ہیں۔نظامی گنجوی کی مثنویوں میں خوبصورت مناظر' دلچسپ مکالمے اور واقعات کا ڈرامائی اتار چڑھاؤ ملتا ہے۔ان کی تشبیہات واستعارات میں سادگی اور رنگینی ہوتی ہے۔انسانی جذبات واحساسات کی بھرپور ترجمانی میں انہیں کمال حاصل ہے۔بیان میں زور' دلنشینی اوراثر آفرینی ہے۔آپ نے مظاہر کی تصویر کچھ اس انداز میں کھینچی ہے کہ ان کی حیات وحرکت بھی تصویر کے ساتھ ساتھ محسوس ہونے لگتی ہے۔مختصر یہ کہ ایران میں بڑے بڑے شاعر ہو گزرے ہیں لیکن کسی کی قوت سخن سرائی میں نظامی گنجوی کی طرح ہمہ گیری نہ تھی۔

## ۲۔حافظ شیرازیؒ

بشعر حافظ شیرازی رقصند دمی نازند　　　سیہ چشمان کشمیری وترکان سمرقندی

(کالی آنکھوں والے کشمیری اور سمرقندی ترک حافظ شیرازیؒ کے شعر پر ناچتے ہیں اور ناز کرتے ہیں)

محمد نام، شمس الدین لقب اور حافظ تخلص ہے۔آپ کے والد بہاء الدین اصفہان کے تاجر تھے۔تجارت کی غرض سے اصفہان چھوڑ کر شیراز آئے۔حافظ شیرازیؒ ۷۶۲ ہجری کے لگ بھگ شیراز میں پیدا ہوئے۔عالم طفلی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔وہ محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ علم حاصل کرتے تھے اوراپنی بوڑھی ماں کا خرچہ بھی برداشت کرتے تھے۔انہوں نے قرآن حفظ کیا اور وہ اپنے عہد کے نامور عالم اور عارفِ کامل تھے۔آپ زندگی بھر شیراز سے باہر نہ گئے اور ۷۹۲ ہجری میں شیراز میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

حافظ شیرازیؒ کی زندہ جاوید یادگار آپ کا دیوان ہے جو ان کے شاگرد اور دوست محمد گل اندام نے مرتب کیا تھا۔ یہ دیوان غزلیات، قصائد، قطعات اور چند رباعیوں پر مشتمل ہے۔ حافظ شیرازیؒ ایران کے مشہور ترین شاعر ہیں آپ کی شہرت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جرمن زبان کے مشہور شاعر گوئٹے آپ کی شاعری سے بے حد متاثر تھے جس کا اظہار گوئٹے نے اپنے دیوان میں جا بجا کیا ہے۔ حافظ شیرازیؒ کو "لسان الغیب" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ لوگ دیوان حافظ سے فالیں نکالتے ہیں اور حافظ شیرازیؒ اپنے اشعار کے ذریعے ان کی فالوں کا جواب دیتے ہیں۔

حافظ شیرازیؒ کی وجہ شہرت ان کی زندہ جاوید غزلیں ہیں۔ جن کی بنا پر انہیں امام غزل کہا جاتا ہے۔ حافظ کی غزل میں انسانی زندگی کی تمام مسرتیں اور دکھ پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کا کلام روحِ انسانی کا ترجمان ہے۔ مکر و ریا، جھوٹ اور فریب سے انہیں شدید نفرت تھی جس کا اظہار انہوں نے جا بجا اپنی غزلوں میں کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں ریا کاروں پر شدید تنقید ملتی ہے وہ صلح کل اور وسیع النظرفی کے داعی ہیں۔ ان کا کلام فکری اعتبار سے بھی نہایت پختہ ہے اور فنی لحاظ سے بھی بے مثال ہے۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں عاشقانہ اور عارفانہ مضامین کمال ایجاد سے نظم کیے ہیں۔ ان کی غزلوں میں مولانا رومی کی حکمت و تصوف اور سعدی کا درسِ عشق ایک ساتھ نظر آتا ہے۔ آپ نے سعدی اور خواجو کی پیروی کی۔ دیوان میں کم از کم تیس غزلیں سعدی کی بحر و زمین میں ہیں اور چند خواجہ کرمانی کے زیر اثر مگر الفاظ، تراکیب، معانی آفرینی اور دل آویزی میں آپ کا کلام اول تا آخر منفرد ہے۔

حافظ شیرازیؒ نے غزل کو اس مقام تک پہنچایا جس سے فراتر مقام تصور میں نہیں آتا۔ آپ کی زبان اس قدر شستہ ہے کہ آج تک پورے دیوان کا ایک لفظ بھی متروک نہیں مانا گیا۔ انہوں نے صوفیانہ مضامین کے بیان کے لیے مخصوص اصطلاحات کو فروغ دیا۔ ان کی رائج کردہ اصطلاحات آج تک فارسی غزل کا سرمایہ جمال ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ شعری لطافت اور نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ حافظ شیرازیؒ نے "سبک عراقی" کی پیروی کی ہے۔ صنائع بدائع جنہیں "محسناتِ شعری" کہا جاتا ہے، سبک عراقی کا خاصہ ہیں۔ حافظ شیرازیؒ نے بھی اپنے کلام کو محسنات شعری سے زینت بخشی ہے لیکن صنائع بدائع سے کچھ اس انداز میں کام لیا ہے کہ جذبات و واردات کے اظہار کو اس سے اور زیادہ مدد ملی۔

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند  چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند

(خوشخبری ملی ہے کہ غم کے دن نہیں رہیں گے۔ اگر وہ (اچھے) دن نہیں رہے تو یہ (برے دن بھی نہ رہیں گے)

# ۳۔ علامہ اقبال

نقطۂ نوری کہ نام او خودی است  زیر خاک ما شرار زندگی است

(نور کا وہ نقطہ جس کا نام خودی ہے۔ ہماری خاک کے نیچے زندگی کی چنگاری ہے)

علامہ اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ شہر میں پیدا ہوئے ان کے اجداد کشمیری برہمن تھے جو تقریباً دو اڑھائی سو سال پہلے مسلمان ہوئے تھے اور کچھ عرصہ بعد نقل مکانی کر کے پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں آ بسے تھے۔ علامہ اقبال کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند ایک نہایت دیانت دار انسان تھے۔ وہ ٹوپیاں سیتے تھے اور "شیخ ٹوپیاں والا" کے نام سے معروف تھے۔

علامہ اقبال کو چھ برس کی عمر میں گھر سے نزدیک مسجد حکیم حسام الدین میں قرآن پاک پڑھنے کے لیے بھیج دیا گیا۔ مولوی میر حسن مسجد کے پاس ہی ایک کمرے میں بچوں کو پڑھاتے تھے۔ انہوں نے مسجد میں اقبال کو پڑھتے دیکھا تو ان کے چہرے پر ذہانت کے آثار دیکھ کر انہیں اپنے ہاں لے گئے۔ اس طرح مولوی میر حسن سے اقبال کی استادی شاگردی کا رشتہ قائم ہوا جو آخری عمر تک قائم رہا۔

علامہ اقبال نے سکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے ۱۸۹۳ء میں میٹرک کیا اور وہیں سے ہی ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے ۱۸۹۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور یہیں سے فلسفہ میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان اور جرمنی گئے۔ آپ نے جرمنی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور لندن سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کر کے وطن واپس آ گئے۔ کچھ عرصہ اورینٹل کالج لاہور اور گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھایا۔

آپ نے اپنی عمر کا باقی حصہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی بیداری اور ان کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔ ۶۵ برس کی عمر میں ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پا گئے۔ آپ کو شاہی مسجد کی سیڑھیوں کے ساتھ حضوری باغ میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا مقبرہ آج بھی موجود ہے۔

## علامہ اقبال کی فارسی شاعری:

علامہ اقبال کی فارسی شاعری سات مجموعوں پر مشتمل ہے، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ اسرارِ خودی ۲۔ رموزِ بےخودی ۳۔ پیامِ مشرق ۴۔ زبورِ عجم
۵۔ جاوید نامہ ۶۔ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق ۷۔ ارمغانِ حجاز (نصف)

علامہ اقبال ایک فلسفی بھی تھے اور شاعر بھی۔ انہوں نے اپنے فارسی کلام کے ذریعے مسلسل عمل اور پیہم جدوجہد کا فلسفہ پیش کیا ہے۔ ان کے فارسی کلام کی شعری خوبیاں مندرجہ ذیل ہیں:

### ۱۔ حسنِ بیان:

علامہ اقبال اپنے کلام کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔ معمولاً مصلحانہ اور ناصحانہ شاعری میں شاعری کا حسن بیان دب جاتا ہے مگر علامہ اقبال کی شاعری میں ایسا دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے کلام میں تازہ اور نادر تشبیہات ہیں۔ استعاروں کا فراوان استعمال ہے۔ فطرت اپنے تمام حسن کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ اشارے، کنائے اور رمزیں جا بجا ہیں۔ ان کے کلام میں ان سب باتوں کے ساتھ جذبے کی سچائی، شدت اور اعلیٰ شعری ذوق نمایاں ہے:

اگرچہ زیب سرش افسر و کلاهی نیست گدای کوی تو کمتر ز پادشاهی نیست
(اگرچہ اس کے سر پر کوئی تاج یا ٹوپی نہیں ہے مگر تیری گلی کا فقیر کسی بادشاہ سے کم بھی نہیں ہے)

### ۲۔ موسیقیت:

علامہ اقبال کو موسیقی سے بہت لگاؤ تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنی غزلوں اور نظموں میں ایسی بحریں استعمال کی ہیں کہ ان میں ایک نغمگی اور موسیقیت پائی جاتی ہے۔ الفاظ کے انتخاب اور ان کی بندش میں ترنم ہے۔ وہ بعض جگہوں پر لفظوں کے تکرار کے ذریعے موسیقیت ایجاد کرتے ہیں۔

### ۳۔ مناظرِ فطرت:

مناظرِ فطرت اور انسان کے درمیان ایک گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس رشتے کو ایک نیا رنگ اور معنویت دی ہے۔ ان کے بقول مناظرہ فطرت کے مشاہدے سے انسان پر کائنات کے حقائق کھلتے ہیں۔ ان سے عمل کی ترغیب ملتی ہے۔ اس لیے ان کے کلام میں کہیں لالہ کے پھولوں کا ذکر ہے تو کہیں شبنم کے موتیوں کا، کہیں چمکتے ریت کے ذروں کا ذکر ہے تو کہیں بلبل اور پرندوں کا چہچہانا ہے۔:

نواهای مرغ بلند آشیانی درآمیخت با نغمهٔ جویباری
(بلند آشیانہ میں رہنے والے پرندوں کی آوازیں نہر کے نغموں سے مل گئی ہیں)

### ۴۔ حسنِ تغزل:

علامہ اقبال کے کلام میں حسنِ تغزل کا رنگ نمایاں ہے۔ نزاکت و نفاست، حسن و عشق، رمز و ایما اور سوز و گداز تغزل کے نمایاں عنصر ہیں۔ یہ سارے عناصر اقبال کے کلام میں موجود ہیں۔ ان کی غزلوں میں یہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود ہیں بلکہ ان کی نظمیں بھی ان عناصر سے خالی نہیں۔ حسنِ تغزل نے ان کے کلام کو نہایت دلکش اور دلآویز بنا دیا ہے۔

### ۵۔ ڈرامائی عناصر:

علامہ اقبال نے اپنے کلام کو موثر بنانے کیلئے ڈرامائی عناصر استعمال کیے ہیں مثلاً کہیں انسان خدا سے مخاطب ہے، کہیں عقل دل سے محو گفتگو ہے اور کہیں پرندہ انسان سے بات کر رہا ہے۔ بعض جگہوں پر خود کلامی کا انداز بھی اپنایا گیا ہے۔ ڈرامائی عناصر کی وجہ سے علامہ اقبال کا کلام دلچسپ اور موثر ہو گیا ہے۔

### ۶۔ طنز و مزاح:

علامہ اقبال کے کلام میں جہاں سوز و گداز اور سنجیدہ فلسفیانہ حقائق پائے جاتے ہیں وہاں ان کے کلام میں طنز و مزاح کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ مگر ان کی ظرافت اور شوخی میں بھی اصلاح کا پہلو سامنے آتا ہے۔ بانگِ درا کے آخر میں باقاعدہ ظریفانہ کلام موجود ہے۔

☆☆☆☆☆☆